Fikr-o-Nasar (Islamabad) 39:4 (2002)

فکر و نظر---- اسلام آباد جلد:۳۹ شمارہ:۴

دورِ حاضر کے چند آثار و تبرکات نبویہ ؐ

سید عطاء اللہ ☆

موجودہ دور میں دنیا کے مختلف مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات سے منسوب تبرکات پائے جاتے ہیں۔

یہ آثار جہاں بھی اور جس کے پاس بھی ہیں ان کو بڑی حفاظت اور احترام کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ نہایت ادب کے ساتھ ان کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ بعض جگہ یہ تبرکات بلاوقت اور بلاتخصیص وقت دیکھے جا سکتے ہیں اور بعض متولی اپنی مخصوص مذہبی تقاریب اور مجالس میں ان کو دکھاتے ہیں۔ اہلِ عقیدت ان تبرکات سے اپنے فرطِ عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اگرچہ ان تبرکات کی بنیادی حیثیت حدیث رسول کی طرح مسلسل غیر منقطع روایت کی طرح تو نہیں لیکن ان تبرکات کا تاریخی پس منظر ضرور ہے۔ ایسے چند مشہور مقامات اور ان میں موجود تبرکات نبویہ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ توپ کاپی (Top Kapi Museum) سرائے استانبول(۱)

ترکی زبان میں سرائے محل کو کہتے ہیں اور کاپی دروازے کو لہذا "توپ کاپی سرائے" کے معنی ہیں "توپ دروازہ" اسی لیے اسے عربی میں باب المدفع بھی کہتے ہیں(۲)۔

بازنطینی دور میں یہاں قسطنطنیہ میں داخل ہونے کا ایک دروازہ تھا جو سینٹ رومانس دروازہ کہلاتا تھا۔ جب سلطان محمد فاتح(۳) نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے اپنی ایک بھاری توپ اس دروازے کے سامنے نصب کی تھی اور مسلمانوں کی گولہ باری سے سب سے زیادہ نقصان اسی دروازے کو پہنچا تھا۔ پھر فتح کے بعد سلطان محمد فاتح اسی دروازے سے شہر میں داخل ہوئے تھے۔ اس بناء پر اس دروازے کا نام توپ کاپی (توپ دروازہ) مشہور ہوگیا۔ بعد میں اس جگہ سلطان محمد فاتح نے ۸۶۳ھ/۱۴۵۰ء میں ایک محل بھی تعمیر کیا جو

☆ شعبہ علوم شرقیہ، مرکزی لائبریری، پشاور یونیورسٹی، پشاور

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

سلاطین آل عثمان کے دور میں سلطان محمد فاتح سے لے کر سلطان عبدالمجید تک سلاطین کی رہائش گاہ وغیرہ کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔ آج تک اس محل کو ایک تاریخی یادگار کے علاوہ ایک عجائب گھر(Museum) کے طور پر بھی استعمال کیا جا رہا ہے جو اپنے بیش قیمت نوادر کے لحاظ سے دنیا کے بہترین اور امیر ترین عجائب گھروں میں شمار ہوتا ہے۔

اس محل کے دروازے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ایک کشادہ صحن سے گزر کر ''قصر محمد الفاتح'' کے نام سے ایک عمارت نظر آتی ہے جس کے سامنے ایک برآمدہ ہے۔ اس برآمدے کے سامنے صحن کے بیچوں بیچ فرش پر ایک بڑا سوراخ ہے۔ یہ ایک دور میں جھنڈا گاڑنے کی جگہ تھی جہاں صدیوں تک خلافت عثمانیہ کا سرخ ہلالی پرچم لہراتا رہا۔ وہ پرچم جس نے سالہا سال تک یورپ کی طاقتوں کو اپنے آگے سرنگوں رکھا جو صدیوں تک عالم اسلام کے اتحاد کی علامت بنا رہا اور جو آل عثمان کے دور میں دنیا کے تین براعظموں پر مسلمانوں کی شوکت کے نشان کے طور پر لہرایا۔ آج اس کی یادگار کے طور پر صرف یہ سوراخ رہ گیا ہے جس کا خلا اس پرچم کے اکھڑنے کے بعد آج تک بھرا نہیں جا سکا[۴]۔

ا۔ تبرکات کی تفصیل

توپ کاپی میوزیم میں متعدد ہال ہیں۔ ایک ہال میں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو تلواریں چاندی کے ایک صندوق میں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ کا وہ جھنڈا جس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ غزوہ بدر میں استعمال کیا گیا اور آپؐ کے وہ دندان مبارک ایک ڈبہ میں رکھے ہوئے ہیں جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ یہیں ایک صندوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک ہے۔ ایک دوسرے ہال میں جسے قاعۃ العرش کہتے ہیں آپ کا مکتوب گرامی بنام مقوقس سونے کے فریم میں رکھا ہوا ہے۔ یہ ہال میوزیم کا سب سے زیادہ مقدس حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک اور مہر مبارک ہے جو گلابی رنگ کے عقیق کو تراش کر لکھی گئی ہے۔ اس کی شکل بیضوی ہے۔ میوزیم کے اس حصے میں ہر وقت پہرہ ہوتا ہے۔

ان تبرکات کو انتہائی نفیس لکڑی کے صندوقوں میں رکھا گیا ہے اور سال بھر صرف ایک

بار رمضان کی ستائیسویں شب میں انہیں باہر نکال کر ان کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ عام دنوں میں یہ تبرکات صندوقوں میں بند رہتے ہیں اور صرف صندوق ہی دیکھے جا سکتے ہیں(۶)۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تبرکات بنو عباس کے خلفاء کے پاس موجود تھے۔ چنانچہ یہ آخری عباسی خلیفہ المتوکل کے حصے میں آئے، وہ آخر میں مصر کے اندر مملوک سلاطین کے زیرِ سایہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ دسویں صدی ہجری میں جب حجاز اور مصر کے علاقوں نے عثمانی سلطان سلیم اوّل کی سلطنت تسلیم کی اور ان کو خادم الحرمین الشریفین کا منصب عطا کیا گیا تو عباسی خلیفہ المتوکل نے خلافت کا منصب بھی سلطان سلیم کو سونپ دیا اور مقامات مقدسہ و حرمین شریفین کی کنجیاں اور یہ تبرکات بھی بطور سند خلافت ان کے حوالے کر دیئے۔ لہٰذا سلطان سلیم دسویں صدی میں یہ تبرکات مصر سے استنبول لے کر آئے اور یہ اہتمام کیا کہ ''توپ کاپی سرائے'' میں ان کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک مستقل ہال بنوایا۔ سلطان کی طرف سے ان تبرکات کی قدردانی اور ان سے عشق و محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب تک سلطان سلیم زندہ رہے۔ استنبول میں قیام کے دوران اس کمرے میں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے اور اس کی صفائی کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اس کمرے میں انہوں نے حفاظ قرآن کو مقرر کیا کہ وہ چوبیں گھنٹے یہاں تلاوت کرتے رہیں، اسی طرح یہ سلسلہ چار سو سال تک مسلسل جاری رہا یعنی تلاوت قرآن پاک مسلسل ہوتی رہی اور اسی دوران ایک لمحے کے لیے بھی سلسلۂ تلاوت بند نہیں ہوا، خلافت کے خاتمے کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہوا(۷)۔

۲۔ درگاہ آثار شریف جامع مسجد، دہلی(۸)

یہاں کے تبرکات نبویہ ؐ کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ موئے مبارک (ایک ڈبیہ میں دوسرا ٹین کی نلکی میں)

۲۔ نعلین شریف

۳۔ نقشِ قدم شریف

۴۔ غلاف مزار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

۵۔ جبہ شریف(۹)

ان تبرکات کی تاریخ کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۸۰۳ھ / ۱۴۰۱ء کو جب امیر تیمور نے دمشق فتح کیا تو وہاں کے اہل سادات اور قاضی حضرات اس کی خدمت میں زر و جواہر کے ساتھ چند نایاب تبرکات لے کر حاضر ہوئے۔ امیر تیمور انہیں حاصل کر کے بہت خوش ہوا۔ پھر یکم ربیع الاوّل ۸۰۵ھ/۱۴۰۲ء کو جب اس نے سلطان بایزید یلدرم والیٔ روم کو شکست دی تو اس نے بھی چند تبرکات امیر تیمور کی خدمت میں پیش کیے۔ امیر ان سب تبرکات کو لے کر سمرقند واپس چلا آیا۔ امیر تیمور کی وفات کے بعد یہ تبرکات نسل در نسل اس کے وارثوں کے قبضہ میں رہے۔ بابر انہیں اپنے ساتھ ہندوستان لایا۔ اس طرح یہ تبرکات یہاں پہنچے(۱۰)۔

۳۔ تبرکات نبویہؐ بادشاہی مسجد، لاہور

یہ مسجد شہنشاہ عالمگیر کے حکم پر ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۳ء میں تیار کی گئی تھی۔ مسجد کے شرقی دروازے کی ایک منزل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند یادگاریں تبرکاً شیشوں میں محفوظ ہیں۔

ان تبرکات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سبز عمامہ مع ٹوپی ہے۔ ایک سبز جبہ، سفید پاجامہ، نعلین، نقش قدم مبارک اور سفید علم کہ جس پر قرآن پاک کی آیات منقوش ہیں شامل ہیں۔

ان تبرکات کی کڑی بھی ان تبرکات سے ملائی جاتی ہے جو امیر تیمور اپنے ساتھ ہندوستان لائے تھے اور جن میں بعض تبرکات جامع مسجد دہلی میں محفوظ ہیں البتہ بادشاہی مسجد لاہور کے تبرکات کے متعلق یہ اضافہ کیا جاتا ہے کہ یہ محمد شاہ بادشاہ المتوفی ۱۷۴۸ء کی ملکیت میں آئے تھے۔ اس کے بعد اس کی بیٹی مغلانی بیگم کو ملے پھر لاہور کے مختلف سکھ خاندانوں کے قبضے میں آئے اور بالآخر جامع مسجد لاہور میں داخل کیے گئے(۱۱)۔

''تاریخ لاہور'' اور واقعاتِ دارالحکومت دہلی'' جیسے مستند مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ جامع مسجد دہلی و بادشاہی مسجد لاہور کے یہ تبرکات امیر تیمور کے مہیا کردہ تھے جو اس کو فتح

دمشق کے بعد ۱۴۰۲ء میں دمشقی امراء اور سلطان یلدرم بایزید سے بطور تحفہ حاصل ہوئے تھے۔ ۱۴۰۴ء میں امیر تیمور کا انتقال ہوگیا۔ گویا یہ تبرکات صرف دو برس اس کے پاس رہے۔ اس نے بذات خود ان کو کہیں داخل نہیں کیا بلکہ اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کی تحویل میں آئے تاآنکہ بابر بادشاہ اپنے عہد (۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۱ء) میں ان کو ہندوستان لایا۔

بابر کے متعلق صرف اتنا کہا گیا ہے کہ وہ تبرکات کو ہندوستان میں لایا مگر انہیں کہاں رکھا اس کا پتہ نہیں چلتا۔ ظاہر ہے کہ جامع مسجد دہلی اور لاہور دونوں مساجد کا اس وقت کوئی وجود ہی نہ تھا۔ لہذا یہ سوال اپنی جگہ ہنوز تحقیق طلب ہے کہ جامع مسجد دہلی کے تبرکات کس نے داخل کیے اور جامع مسجد، لاہور کے تبرکات جو محمد شاہ بادشاہ کی ملکیت تھے ۱۷۶۱ء سے قبل اس کی ملکیت میں کب اور کیونکر آئے۔ زیادہ سے زیادہ آخر الذکر تبرکات جامع مسجد، لاہور کے متعلق قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ وہی تبرکات ہوں گے جو بابر ہندوستان لایا تھا۔ اس کی وفات کے بعد یہ اس کے جانشینان دہلی کے پاس یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے ہوئے محمد شاہ بادشاہ کو حاصل ہوئے اور بعد ازاں جامع مسجد، لاہور میں داخل ہوگئے۔ معاملہ جب محض قیاس ہی پر ٹھہرا تو ہم نہایت آسانی کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بابر کے ورثے میں شاید جامع مسجد، دہلی کے تبرکات بھی ملے ہوں گے اور وہ بھی اس کے جانشینوں میں سے کسی بادشاہ کے ذریعہ جامع مسجد دہلی میں پہنچے ہوں گے۔

۴۔ موئے مبارکؐ بمقام نور محل اوچ دیر صوبہ سرحد

اوچ ضلع دیر صوبہ سرحد کا ایک قدیم تاریخی گاؤں ہے جو چکدرہ سے تیمر گرہ کی طرف تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسی گاؤں اوچ میں ایک مسجد میں ایک (کمرہ) جسے نور محل کا نام دیا گیا ہے، میں آپؐ کا موئے مبارک ہے۔ اس کی تاریخ یوں بیان کی جاتی ہے کہ اوچ سے ایک عالم دین مولانا اخوند نسیم صدیقیؒ معروف بہ بابا اوچ حصول علم کے لیے دہلی گئے تھے۔ علوم ظاہریہ سے مستفید ہونے کے بعد مرزا مظہر جان جاناںؒ شہید دہلوی(۱۲) سے بیعت ہوئے اور بارہ سال تک ان کی خدمت میں رہ کر معارف باطنی کی

تکمیل کی اور جب موصوف واپس اوچ تشریف لا رہے تھے تو مظہر جان جاناں نے دیگر تبرکات کے ساتھ آنحضرتؐ کا موئے مبارک بھی عطا فرمایا۔ (مرزا مظہر جان جاناں کو یہ تبرکات دہلی کے بادشاہ وقت سے حاصل ہوئے تھے) مولانا محمد نسیم صاحب جب اپنے علاقے میں آئے تو پانچ اونٹوں پر تقریباً ۵۰۰ کتابوں کے قلمی نسخوں کے ساتھ یہ موئے مبارک بھی ہمراہ لائے۔ اس وقت سے خاندان نسیمی صدیقی کے پاس یہ سب علمی ورثہ و نوادرات موجود ہیں۔ پہلے یہ سب اشیاء ان کے مکان میں تھیں پھر عام استفادہ و زیارت کے لیے مقامی مسجد کے ساتھ متصل مکان نور محل میں محفوظ کر دی گئیں۔ ہر سال ربیع الاوّل کی ۱۲ویں تاریخ کو عید میلادالنبیؐ کے موقع پر جلسہ میلاد کے ساتھ ساتھ زیارت تبرکات بھی کرائی جاتی ہے(۱۳)۔

۵۔ موئے مبارکؐ المجاہد آباد عمرزئی

اس کے علاوہ عمر زئی چارسدہ کے صوبہ سرحد میں مشہور عالم و مجاہد الحاج محمد امین صاحبؒ(۱۴) کے ہاں بھی ایک موئے مبارک کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے۔

اس موئے مبارک کی تاریخیت کے سلسلے میں خود الحاج محمد امینؒ نے اپنی ایک تصنیف میں ذکر کیا ہے کہ یہ موئے مبارک افغانستان کے بادشاہ امیر عبدالرحمٰن التوفی ۱۹۰۱ء سے اس کے ایک وزیر سیّد گل بادشاہ کی وساطت سے پہنچا ہے(۱۵)۔

گلشن سلطان الہند ضلع اٹک(۱۶)

یہاں بھی آنحضرت کی طرف منسوب ایک موئے مبارک ہے۔ خانقاہ کا نام تبرک کے طور پر خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری الملقب بہ سلطان الہند کے نام پر رکھا گیا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں موجود ''موئے مبارک'' کا یہ سلسلہ ۲۷ واسطوں سے حضرت علیؓ تک پہنچایا گیا ہے۔ موئے مبارک کے یہاں تک پہنچنے کی تاریخی کڑیوں پر مشتمل کتابچہ اس خانقاہ شریف میں موجود ہے البتہ اس میں درج کسی عالم کے نام کے ساتھ ولدیت یا تاریخ وفات یا کوئی دیگر معلومات درج نہیں جس کی بنیاد پر کوئی تحقیق کی جا سکے۔ اس موئے مبارک کی زیارت ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کو کرائی جاتی ہے۔

فہرست حواشی و مصادر

۱۔ Encyclopaedia britanica "Topkapi palac museum" 15th edition Willium beform publisher 1943-1973

۲۔ تحسین آواز، خرقۂ سعادت دائرہ سی و امانت مقدسہ، استانبول ۱۹۵۳ ص ۳۵۶

۳۔ محمد فاتح ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ تا ۸۸۶ھ/۱۴۸۱ء سلطان مراد ثانی کا بیٹا تھا۔ سلطنت آل عثمان کا ساتواں خلیفہ تھا۔ الفاتح نے ۲۲ سال کی عمر میں سلطنت کی ذمہ داریاں سنبھالیں، اپنی خداداد صلاحیتوں سے بہت جلد اپنے پیش روؤں پر سبقت حاصل کی۔ اس نے فتح قسطنطنیہ کے لیے اپنے تدبر، شجاعت اور اولوالعزمی کے ذریعے جنگ کا ایسا نقشہ تیار کیا جو بالآخر فتح پر منتج ہوا اور رومی بادشاہت کا خاتمہ ہوا۔ ان کے وقت میں بوسنیا اور یونان بھی فتح ہوئے دو سلطنتیں بارہ باجگذار بادشاہتیں اور دوسو شہر فتح کیے اطالیہ کی فتح کے وقت قولنج کی بیماری کا حملہ ہوا اور انتقال کر گیا۔ عیسائی دنیا میں ان کی موت پر بہت زیادہ خوشیاں منائی گئیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ تاریخ دولت عثمانیہ از محمد عزیز ص ۱۰۷، ۱۰۸ ج ا دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۳۹

۴۔ مفتی محمد تقی عثمانی، جہاں دیدہ ص نمبر ۳۳۸-۳۳۹ ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۹۶ء

۵۔ Kemalcig, Islamic reliquien (Top kapi museum Istanbul, misterium for freemenver kehr UND information, 1966 p-1-11. مجلۃ العربی الکویت بابت ماہ جنوری ۱۹۶۸ء

۶۔ جہاں دیدہ، ص ۳۳۹

۷۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو السید محمد حسین الرفاعی، الشموس، المشرقات فی السیرۃ المحمدیۃ والمخلفات والآثارات بالرسوم، دارالکتب المصریۃ سن اشاعت: معلوم

۸۔ جامع مسجد دہلی کے گوشہ شمال مشرق میں ایک دالان کے دائیں حجرے میں واقع ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (مولوی بشیر الدین، واقعات دارالحکومت دہلی مطبوعہ آگرہ ۱۹۱۹ء ج ۲ ص ۱۰۹)

۹۔ واقعات دارالحکومت دہلی ج ۲ ص ۱۱۰

۱۰۔ نقوش، لاہور نمبر (لاہور کی سیاسی، ثقافتی، مذہبی اور علمی و ادبی تاریخ)

۱۱۔ Sayad Muhammad Latif, Lahore its history, Architectural remains and antiquities. Pubished in imperial press Lahore 1892, p-115, 11

۱۲۔ ان کے والد مرزا جان محی الدین محمد اورنگزیب عالم گیر کے منصب دار تھے۔ رمضان ۱۷۰۰ء، ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ عالمگیر نے نام جان جاناں مقرر کیا چنانچہ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا تخلص مظہر ہے صوری اور معنوی فضائل سے متصف تھے۔ علمائے وقت سے تحصیل علوم کیا۔ شیخ احمد سرہندی کے مرید و خلیفہ تھے۔ نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ دس محرم الحرام ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۰ء کو آپ مقام شہادت سے سرفراز ہوئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مولوی رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی نمبر۵ سال اشاعت ۱۹۶۱، ص ۴۹۵، ۴۹۶

۱۳۔ مولانا حکیم صاحبزادہ محمد امیر آغا جان، حالات تبرکات عالیہ نور محل (اوچ) ایجوکیشنل پریس کراچی، ص نمبر۳،۴

A Guide to Malakand and Swat, Dir & Chitral region by Sarhad Tourism corp page 10 راقم خود بھی مقام مذکورہ گیا ہے اور موئے مبارکؐ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔

۱۴۔ حاجی محمد امین ۱۹۰۱ میں بمقام سلیمان خیل (پشاور) میں پیدا ہوئے، آپ لنڈی کوتل خیبر ایجنسی (جو کہ پشاور سے تقریباً چالیس کلومیٹر بطرف مشرق واقع ہے) کے مشہور قوم خلیل مہمند کے شیخ محمد خیل کی ذیلی شاخ عالم خان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد صاحب نے وہاں سے ہجرت کر کے علاقہ خلیل مہمند گاؤں سلیمان خیل (پشاور) قیام اختیار کیا۔ حضرت حاجی صاحب نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے ہی گاؤں میں ایک عالم دین سے حاصل کی۔ ظاہری عموم کے بعد باطنی علوم کے حاصل کرنے کے لیے حضرت مہربان علی شاہ بن سید حبیب بخاری (اکوڑہ خٹک) سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ اس کے بعد بالترتیب حضرت حاجی صاحب نے سلسلہ قادریہ میں حضرت مولانا محمد عمر شاہؒ نے سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ میں اور سلسلہ نقشبندیہ میں تبرکاً حضرت حاجی صاحب ترنگزئی سے بیعت اور خلافت حاصل کی۔ اسی طرح حاجی صاحب بیک وقت چاروں سلاسل طریقت کے خلیفہ و مجاز ہوئے۔ آپ نے کئی بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ساری عمر انگریزوں کے خلاف نعرہ جہاد بلند کیا اور جب انگریز ہندوستان سے چلے گئے تو پھر پاکستان کی طرف سے ہندو

حکومت کے مظالم کے خلاف جہاد کشمیر میں حصہ لیا اور بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ جس پر حکومت پاکستان نے آپ کو ان کارناموں پر فخر کشمیر کا خطاب دیا۔ آخر کار یہ چمکتا ہوں مہتاب ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء بمقام عمر زئی (موجود مجاہد آباد) وفات پاگئے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو بڑی مسجد (المجاہد آباد) کے باہر دفن کیا گیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تحسین اللہ، تذکرہ عاشق رسول حضرت الحاج محمد امینؒ، ادارہ نشر و اشاعت جماعت ناجیہ المجاہد آباد چار سدہ ۱۹۹۷ء ص نمبر ۵۱، ۶۶، ۶۷، ۱۲۷، ۲۶۸

۱۵۔ محمد امین، الحاج، سبحان اللہ، مطبوعہ حاجی فقیر محمد اینڈ سنز تاجران کتب قصہ خوانی پشاور ۱۹۵۲ء نیز تذکرہ عاشق رسول تحسین اللہ ص ۴۰۹-۴۱۱

۱۶۔ گلشن سلطان الہند: ضلع اٹک کے مضافات میں کوہاٹ روڈ موضع موہڑی پھاٹک سے قریب دو کلومیٹر کے فاصلے پر یہ خانقاہ واقع ہے۔